ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

صحابی کی تفہیم: اصولیین اور محدثین کے نقطہ نظر کا تجزیاتی مطالعہ

Understanding the Companions: An Analytical Study of the Perspectives of the Scholars and Traditionists

حافظ عبدالستار: پی ایچ ڈی اسکالر، گرین انٹرنیشنل یونیورسٹی لاہور

Abstract

The concept of a "Sahabi" (Companion) holds significant importance in Islamic scholarship, particularly among the scholars (Uṣūliyyīn) and traditionists (Muḥaddithīn). This study examines the definitions and interpretations provided by both groups, drawing from the work of Allama Syed Shah Hussain Gardezi in his book Tafazaniya. Gardezi emphasizes that there is no definitive scriptural definition of "Sahabi" in the Quran or Hadith. Instead, the definitions emerged in the third century Hijri and are inherently interpretative, leading to inevitable disagreements among scholars based on their preferences, aspirations, and intellectual frameworks. While Gardezi upholds the Uṣūliyyīn's definition as more robust due to its inclusion of specific conditions that delineate the status of companionship, he also acknowledges the perspectives of the Muḥaddithīn. Despite this, he critiques their views for lacking substantial evidence. The study further explores the implications of these differing definitions, noting that strict adherence to certain criteria can exclude numerous companions from the esteemed status of "Sahabi." Ultimately, this research seeks to elucidate the complexities surrounding the definition of a Sahabi within Islamic scholarly discourse, highlighting the interplay between different interpretative frameworks.

Keywords: *Sahabi, Uṣūliyyīn, Muḥaddithīn, Islamic Scholarship, Companionship*

تعارف موضوع

صحابی کی اصطلاح اسلامی علوم میں ایک خاص اہمیت رکھتی ہے، خاص طور پر اصولیین اور محدثین کے درمیان۔ علامہ سید شاہ حسین گردیزی اپنی کتاب "تفتازانیہ" میں صحابی کی تعریف پر روشنی ڈالتے ہیں اور مختلف مکاتب فکر کے نظریات کا تجزیہ کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآن و حدیث میں "صحابی" کی کوئی منصوص تعریف نہیں ہے، بلکہ یہ تعریفیں تیسری صدی ہجری میں وجود میں آئیں، جو اجتہادی اور استنباطی نوعیت کی ہیں۔ اس وجہ سے ان میں اختلاف ناگزیر ہے۔ اصولیین کی جانب سے دی جانے والی تعریف کو علامہ گردیزی نے مستحکم قرار دیا ہے کیونکہ ان کی بیان کردہ شرائط کی وجہ سے بہت سے صحابہ کرام اس شرف سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس مطالعے کا مقصد صحابی کی تفہیم کو واضح کرنا ہے، اور یہ دیکھنا ہے کہ کس طرح مختلف نظریات اس اہم تصور کی تشکیل میں کردار ادا کرتے ہیں۔ اس تناظر میں محدثین کے نقطہ نظر کی بھی تشریح کی جائے گی تاکہ ایک جامع جائزہ فراہم کیا جاسکے۔

مبحث اول: اصولیین کا نقطہ نظر

علامہ سید شاہ حسین گردیزی نے اپنی کتاب "تفتازانیہ" میں صحابی کی تعریف کے متعلق اصولیین، محدثین کا مؤقف اپنے انداز میں بیان کیا اور ذاتی طور پر اصولیین کی بیان کردہ تعریف کو مستحکم اور مضبوط قرار دیا ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

علامہ گردیزی لکھتے ہیں:"صحابی"کی قرآن وحدیث میں کوئی منصوص علیہ تعریف نہیں ہے، حضرات متکلمین، اصولیین اور محدثین نے تیسری صدی ہجری میں "صحابی" کی تعریف کی ہے۔ چونکہ وہ اجتہادی اور استنباطی ہے اس لیے اس میں اختلاف لازمی امر ہے اور پھر اپنی ترجیحات اور خواہشات اور علمی وفکری رویہ کی وجہ سے کسی ایک تعریف پر اتفاق ممکن نہیں ہوا۔[1]

علامہ گردیزی نے اصولیین کے مؤقف کو اپناتے ہوئے ایسی شرائط کا ذکر کیا ہے "صحابی" کی تعریف میں کہ اس سے بہت سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شرفِ صحابیت سے خارج ہو جاتے ہیں اور صحابہ کرام کی تعداد میں قلت واقع ہو جاتی ہے۔

صحابی کی لغوی تعریف:

"مختار الصحاح" میں لکھا ہے:

" صَحِبَ، صُحْبَةً مِنْ باب سَلِمَ صَحَابَةً وَصُحْبَةً ايَضًا بالضم وَجمْعُ الصَّاحِبُ صَحْبٌ كَرَاكِبٌ وَرَكْبٌ وَصُحْبَةٌ كفَارِه وفُرَهَةٌ وصِحَابْ كَجَائِعٌ وجِيَاعٌ وصُحْبَانُ كَشَأبٌّ وشُبانٌ واَلْاَصْحَابْ جَمْع صَحْبٌ كَفَرْخٌ وأَفْرَاخٌ وَالصَّحَابَةَ بِاالْفَتْحِ لاَصْحابَ وِهَىَ فِى الْاَصْلِ مَصْدرٌ قُلْتُ لَمْ يُجْمعُ فَاعِلٌ عَلٰى فَعَالَةٌ اِلَّا هَذْا الْحَرْفَ فَقَطْ وَجَمْعُ الْاَصْحَابِ اَصَاحِيْبُ وَقُوْلُهمْ فِى النَّدَاءِ يَا صَاحِ أَىْ يَا صَاحِبِىْ وَلَا يَجُوْزُ تَرْخِيمْ الْمُضَافِ اِلَّا فِىْ هَذَا وَحْدَهُ لِاَنَّهُ سُمِعَ مِنَ الْعَرَبِ مُرَخَّمًا وَاَصْحَبَہُ الشَّئَ جَعَلَہُ لَہٗ صَاحِباً وَاِسْتَصْحَبَہُ الْكِتَابَ وَغَيْرَہٗ وَكُلَّ شَىءٍ لَاءَمَ شَيْئًا فَقَدْ اِسْتَصْحَبَہٗ"[2]

ترجمہ:"صحب باب سلم سے ہے صحابۃ اور صحبۃً یعنی ضم کے ساتھ بھی ہے صاحب کی جمع صحب ہے جیسے راکب کی جمع رکب ہے اور اسی طرح صاحب کی جمع صحبۃ بھی آئی جیسے فارہ کی جمع فرھۃ آتی ہے اور اسی طرح اس کی جمع صحاب بھی آتی ہے جیسے جائع کی جیاع آتی ہے۔ اس کی جمع صحبان بھی آتی ہے جیسے کہ شاب کی جمع شبان آتی ہے۔ جمع اصحاب جو ہے صحبٌ کی، جیسے افراخ جمع ہے فرخ کی۔ اس کے بعد ہے کہ لفظ صحابۃ فتح کے ساتھ یعنی الاصحاب اصل میں مصدر ہے میں کہتا ہوں فاعل کے وزن پر آنے والے لفظ کی جمع فعالۃ کے وزن پر نہیں آتی مگر اسی حرف کے ساتھ فقط اصحاب کی جمع اصاحیب بھی آتی ہے جب اسے بطور ندا پکارا جاتا ہے تو کہا ہے یا صاح فرما مضاف کی ترخیم جائز نہیں مگر اسی صیغے میں کیوں کہ عرب سے سنا گیا ہے کہ وہ اس کی ترخیم کرتے ہیں۔ اصحبہ الشی اس نے اسے اپنا ساتھی بنایا اور اسی طرح استصحبہٗ کہا جاتا ہے

---

[1] گردیزی، سید شاہ حسین، تفتازانیہ، آزاد کشمیر، مظفر آباد: جامعہ سیف الاسلام چھلہ بانڈی، ۱۴۴۰ھ / ۲۰۱۹ء، ص: ۲۳۳

[2] الرازی، محمد بن ابی بکر بن عبد القادر، مختار الصحاح، مکتبہ لبنان، ص: ۳۸۰

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

استصحبہ کے معانی ہیں اس نے اسے کتاب یا کتاب کے علاوہ کوئی اور اسی طرح ہر وہ چیز جو کسی شی کے موافق اس وقت یہ بولا جاتا ہے اسے اپنا دوست بنا۔"

"صحابی" صاحب سے ہے تو لفظ صاحب کی لغوی تعریف پر صاحبِ لسان العرب لکھتے ہیں:

"صحبة صَحِبْحُہٗ صحبة بالضم، وصحابة، بالفتح والصحب جمع الصاحب"[1]

لسان العرب میں لفظ "صاحب" کی جمع صحب، اصحاب، صحبۃ، وصحابۃ فتح کے ساتھ لکھا ہے۔

المصباح المنیر میں علامہ ابو العباس الحموی لکھتے ہیں:

"صحبتُہٗ: أصحبُہٗ صحبة فأَنا(صاحب) والجمعُ (صحب)، (اصحاب) و(صحابۃٌ) قال الأزھری وَمنْ قال (صاحب) و(صحبة) فھو مِثْلُ فارہٍ وفرھة والاصل فی ھذا الاطلاق لمن حَصَلَ لَہٗ رُؤیۃٌ ومجالسۃٌ"

اس کے بعد لکھتے ہیں:

"قَالَ اِبْنُ فَارِس وَغَیْرُہٗ وَاسْتَصْحَبْتُ الْکِتَابَ وَغَیْرَہٗ حَمَلْتُہٗ صُحْبَتِیْ وَمِنْ هُنَا قِیْلَ اسْتَصْحَبْتُ الْحَالَ اِذَا تَمَسَّکْتَ بِمَا کَانَ ثَابِتاً کَأَنَّکَ جَعَلْتَ تِلْکَ الْحَالَۃَ مُصَاحِبَۃً غَیْرَ مُفَارَقَۃٍ والصاحبۃُ تَانِیْثُ الصّاحبُ وجَمْعُھا صَوَاحِبُ"[2]

ترجمہ: "ابن فارس وغیرہ نے یہ بات کہی میں نے کتاب اور اس کے علاوہ کسی چیز کو اپنا ساتھی بنایا، میں نے اسے اپنی صحبت میں لے لیا۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے "استصحبت الحال" جو چیز ثابت اسے مضبوطی سے تو پکڑ لے اس وقت جو ہے کہا جاتا گویا کہ تو نے اس حالت کو اپنا ساتھی بنالیا ہے اور وہ تم سے الگ ہونے والی نہیں ہے۔ الصاحبۃ یہ الصاحب کی مؤنث ہے اور اس کی جمع صواحب ہے۔"

اہل لغت کہتے ہیں: استصحبت الکتاب وغیرہ۔ میں نے کتاب وغیرہ کو ساتھ لیا اور یہاں سے مفہوم یہ بھی لیا گیا ہے کہ "استصحبت الحال" تو نے حال کو ساتھ لیا۔ اور تو نے حال کو نہ چھوڑنے والا ساتھی بنالیا۔

علامہ ابی الفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن الافریقی المصری کسی شاعر کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اِن لَکَ الفضلَ عَلٰی صُحْبَتِیْ

وَالْمِسْکُ قَدْ یَسْتَصْحِبُ الرّامکا[3]

---

[1] الافریقی، علامہ ابی الفضل جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، بیروت، جلد اول، ص:۵۱۹

[2] الفیومی، احمد بن محمد بن علی المقری، المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر للرافعی، بیروت، لبنان: المکتبۃ العلمیۃ، الجز الاول، ص:۳۳۳

[3] الافریقی، علامہ ابی الفضل جمال الدین محمد بن مکرم، ابن منظور، لسان العرب، بیروت، لبنان، جلد اول، ص:۵۲۰

ترجمہ: ”بے شک تجھے فضیلت حاصل ہے میرے ساتھ رہنے کی وجہ سے اور مشک خوشبو کے ساتھ ہوتی ہے۔“

اس شعر میں شاعر نے یستصحب کو ساتھی کے معنیٰ میں لیا گیا ہے۔

دوسرے مقام پر علامہ افریقی لکھتے ہیں:

”وأَصْحَبُ البصيرُ والدابۃُ: إنْقَادَا وَمِنْهُمْ مَنْ عَمَّ: فَقَالَ وَأَصْحَبَ ذَلَّ وَانْقَادَ مِنْ بَعْدِ عصُوبۃِ“

قال امرأ لقيس:

وَلَسْتُ بذِى رَثْيَۃٍ أمّرٍ
إِذَا قِيْدَ مُشَكْررِ هاً أَصْحَبًا[1]

ترجمہ: ”اونٹ اور جانور تابع ہو گئے۔ بعض اہل لغت کہتے ہیں ”اصحب“ عمومی معنیٰ میں ہے۔یعنی دشواری اور دقت کے بعد تابع دار ہو جانا۔“

شعر کا ترجمہ: ”میں نہیں سختی کرنے والا کمزور اونٹ کے ساتھ جب اسے باندھ دیا جاتا ہے مجبور کر کے تو وہ فرماں بردار ہو جاتا ہے۔“

مصاحب، یا منقاد، ساتھی، یا دوست یا تابع فرمان کو کہتے ہیں۔

لفظ ”صاحب“ ”صحبۃ“ سے مشتق ہے اور اس کے لغت میں کئی معانی ہیں جو سب کے سب ”ملازمۃ“ یعنی ساتھ چپکے رہنا اور ”انقیاد“ یعنی تابع دار کے مفہوم کے ارد گرد گھومتے ہیں۔[2]

علامہ سید شاہ حسین گردیزی اپنی کتاب ”تفتازانیہ“ میں ”صحابی“ کی لغوی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”عربی زبان میں ”ص، ح، ب“ کا اصل معنی ”اجتماع“ یعنی ایک ساتھ وقت گزارنا ہے۔“

حضرت شیخ حمین حلبی قدس سرہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”اصلها الاجتماع، طال زمنها او قصر“ (بدرالدین عینی، عمدۃ القاری، جلد ۲، ص:۳۶۹)

[3]

---

[1] ابن منظور، لسان العرب، ص:۵۲۱

[2] مفتی، اسد الرحمٰن چشتی، محدثین، اصولیین اور فقہاء کے نزدیک صحابی کون؟، ادارہ دار التحقیق فاؤنڈیشن، ص:۳۵

[3] گردیزی، سید شاہ حسین، تفتازانیہ، ص:۱۹۵

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

یعنی "صحب" کا اصلی اور حقیقی معنیٰ "اجتماع" ہے یعنی جمع ہونا، آگے لکھتے ہیں "اجتماع" ایک ساعت اور ایک گھڑی سے لے کر عرصہ دراز تک ہو سکتا ہے اور "صحب" میں یہ قوت ہے کہ وہ اِس سارے عرصہ کو خود سمیٹ سکتا ہے۔

علامہ گردیزی حضرت شمس الدین سخاوی قدس سرہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"فی تعریف الصحابی وھو لغۃ یقع علی من صحب اقل ما یطلق اسم صحبۃٍ فضلاً عمن طالت صحبتہٗ وکثرت مجالستہٗ"(فتح المغیث، جلد ۲، ص:۷۹)

"صحابی کی تعریف میں اُن کا مؤقف یہ ہے کہ لغت کے لحاظ سے اس کا اطلاق ہر اُس شخص پر ہو گا جس پر اسم صحبت کا قلیل درجہ شمار ہوتا ہے چہ جائیکہ اِس کی صحبت طویلہ اور مجالس کثیرہ ہوں۔"[1]

درج بالا اہل لغت کی تصریحات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحابی کی لغوی بحث میں ایک بات جس کو علماء لغت نے ثابت کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس میں "صحبت" کا معنیٰ پایا جاتا ہے چاہے وہ قلیل ہو یا کثیر، اس کا مادہ اشتقاق بھی ظاہر کرتا ہے کہ اس میں ساتھ چپکنا وغیرہ اور دوست، ساتھی، تابع دار کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

علامہ سید شاہ حسین گردیزی "تفتازانیہ" میں امام حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمٰن شہر زوری قدس سرہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"ان اسم الصحابی من حیث اللغۃ والظاھر یقع علی من طالت صحبتہ للنبیﷺ وکثرت مجالستہ لہ علی طریق التبع لہ والا خذ عنہ وھذا طریق الاصولیین"(معرفۃ انواع الحدیث، ص:۲۹۶)

"اسم "صحابی" لغت اور ظاہر کی حیثیت سے اس پر اطلاق کریں گے جس کی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں حضوری طویل عرصہ پر مشتمل ہو اور کثرت سے آپ کے پاس آنا جانا اور اٹھنا بیٹھنا ہو اور اس سے مقصود اتباع اور آپ سے علم، ہدایت اور فیض کا حصول ہو اور یہ تعریف علماء اصول کے قواعد و ضوابط سے ہے۔[2]

صاحب "تفتازانیہ" دوسرے مقام پر امام محمد بن عبد الحمید سمرقندی قدس سرہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"الصحابی فھو الشخص الذی یجتمع فیہ امر ان احدھا ان یکون اطال مجالستہ النبیﷺ لان من راہ من الوافدین علیہ وغیرھم ممن لم یطل المکث معہ لا یُسَمّٰی صحابیاً والثانی ان یکون لان من اطال مُجَالَسَۃَ عالم لا علی سبیل الاستفادۃ منہ والاتباع لہ لا یوجب جریانہ مع اصحابہ"(المیزان فی الاصول، ص:۲۹۷)

[1] گردیزی، سید شاہ حسین، تفتازانیہ، ص:۱۹۷

[2] ایضاً، ص:۲۴۱

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

"صحابی اُس ہستی کو کہیں گے جس میں دو خوبیاں موجود ہوں، ایک یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں اُس کی حضوری اور مجلس طویل ہو، اس لیے کہ وہ حضرات جنہوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی رویئت وزیارت حاصل کی ہے اس طور پر کہ وہ کسی وفد اور جماعت کی صورت میں آپ کے پاس آئے تھے لیکن آپ کے پاس وہ "مکثِ طویل" نہ کر سکے یعنی طویل عرصہ آپ کی صحبت میں نہ رہ سکے، انہیں صحابی کا نام نہیں دیا جائے گا اور دوسری چیز یہ ہے کہ آپ کی معیت و صحبت میں طویل عرصہ آپ سے استفادہ اور آپ کی اتباع کے طور پر ہو، اس لیے اگر کوئی آدمی کسی عالم سے مجالست رکھتا ہے لیکن اس میں استفادہ اور اتباع نہ ہو تو وہ مجالست اس کے اصحاب میں اس کی شمولیت کو لازم نہیں کرتی۔"[1]

علامہ گردیزی حضرت مولانا عبد العلی فرنگی محلی قدس سرہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"الصحابی عند جمہور الاصولیین مسلم صحبتہ مع النبیﷺ متبعاً ایاہ والاصح عدم التحدید للطول وَقِیْلَ ستۃ اشہر وقبل سنۃ غزاہ"(فواتح الرحموت، جلد ۲، ص:۱۹۶)

"یعنی جمہور علماء اصول کے نزدیک صحابی اس مسلمان کو کہیں گے جو حضرت نبی ﷺ کی صحبت میں رہا اور اس کا مقصد آپ کی اتباع ہو، چونکہ بعض اہل علم نے اس مدت طویل کی قید لگائی ہے مگر اس میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ طوالت کا اعتبار ہے مگر اس طوالت کی حد بندی نہیں ہے، بعض نے شش ماہ اور بعض نے ایک سال کی قید لگائی اور اس مدت میں وہ غزوہ میں شریک ہوا ہو۔"

"تفتازانیہ" میں اگرچہ محدثین کا مؤقف بھی لکھا گیا ہے لیکن علامہ گردیزی نے اصولیین اور فقہاء کے مؤقف کو مضبوط قرار دیا ہے اس وجہ سے کہ ان کے نزدیک صحابی وہ کہلائے گا جس کی بارگاہ نبوی ﷺ سے طویل عرصہ تک حاضری رہی اور جس نے ایک غزوہ یا دو غزوات میں شرکت یا جس کا تزکیہ نفس ہوا، بعض نے روایت کی شرط بھی عائد کی ہے۔ صرف رویئت جس کو حاصل ہے علامہ گردیزی کے نزدیک وہ درجہ صحابیت میں شمار نہیں ہے۔

[1] گردیزی، سید شاہ حسین، تفتازانیہ، ص:۲۴۷

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

علامہ گردیزی کے دلائل اور تنقیدی جائزہ:

علامہ گردیزی "تفتازانیہ" میں لکھتے ہیں: مصاحبت میں راجح قول یہی ہے کہ اس میں مکث طول اور لبثِ طویل ہوتا ہے جس سے صحبت کا اعلیٰ درجہ ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا اصحابیت کے لیے ضروری ہے کہ طویل عرصہ کا ٹھہراؤ ہو۔ صرف قرب وبعد کی دیدن سے مصاحبت کا راجح معنی درست قرار نہیں پاسکتا۔[1] اس لیے انہوں نے درج ذیل دلائل دیئے ہیں:

دلیل نمبر۱: علامہ گردیزی لکھتے ہیں: حضرت سمین حلبی قدس سرہ نے لکھا ہے کہ طال زمنها او قصر زمانہ تھوڑا ہو یا زیادہ صحب میں اس کے جذب کی قوت ہے لیکن طال زمنها کی تقدیم اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شیخ کے نزدیک مدتِ طویلہ کو ترجیح ہے وہ اس لیے کہ فقط اجتماع سے ساعت کا وجود قائم ہو گیا، اب جتنی ساعتیں بڑھتی جائیں گی اجتماعیت بڑھتی جائے گی۔ آگے لکھتے ہیں: صرف ساعت مراد لینے میں نقص ہے۔[2]

علامہ گردیزی نے حضرت سمین حلبی کا قول "زمنها او قصر " ذکر کیا اور" طال زمنها "کو مقدم مان کر صحبت طویل کی شرط عائد کرنا اپنی طرف سے ہے کیوں کہ علامہ حلبی نے کسی طرح بھی یہ شرط یا مفہوم بیان نہیں کیا۔ حضرت علامہ حلبی نے یہ بھی تاثر نہیں دیا کہ صحبت قلیل ہو گی تو اس میں نقص ہو گا، یہ بھی علامہ گردیزی کا اپنا مفہوم ہے کیوں کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

"طال زمنها" سے صحبت میں نقص مراد لینا درست نہ ہو گا کیوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> "اَلصَّحَابِی مَنْ لَقِیَ النَّبِیﷺ مُؤمِناً بِہٖ وَمَاتَ عَلَی الْاِسْلَام فَیَدْخَل فِیْمَنْ لَقِیَہٗ مَنْ طَالَتْ مُجَالِسَتُہٗ لَہٗ اَوْ قَصُرَتْ وَمَنْ روی عنہ أو لم یرو ومن غزا معہ أولم یغز ومن رآہ رؤیۃ ولو لم یُجَالِسْہُ ومن لم یرہ لعارض کالعمی"[3]
>
> ترجمہ: "صحابی وہ ہے جس نے نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی ہو ایمان کی حالت میں اور مومن ہو فوت ہوا (یعنی ایمان کی حالت میں) اسی میں داخل ہے وہ صحابی جسے لمبی صحبت حاصل ہے اور وہ بھی جسے لمبی صحبت حاصل نہیں ہے اور عام ہے اس سے کہ حدیث مروی ہو یا نہ ہو اور اسی طرح وہ بھی شامل ہے جس نے جہاد کیا اور جہاد میں شامل نہ ہوا اور وہ جس نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہو اور آپ کی صحبت میں بیٹھنا میسر نہ ہوا ہو اور وہ بھی شامل ہے جس نے کسی عذر کی وجہ سے نہ دیکھا ہو جیسے نابینا۔"

اس لیے علامہ گردیزی کی دلیل درست نہیں تسلیم کی جاسکتی۔

دلیل نمبر:۲

علامہ سید شاہ حسین گردیزی "تفتازانیہ" میں لکھتے ہیں کہ حافظ شمس الدین سخاوی قدس سرہ لکھتے ہیں:

---

[1] گردیزی، سید شاہ حسین، تفتازانیہ، ص:۲۰۲

[2] ایضاً، ص:۱۹۶

[3] عسقلانی، شہاب الدین ابی الفضل احمد بن علی بن حجر، الاصابہ فی تمیز الصحابۃ، بیروت: دار صادر، الجز الاول، ص:۷

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

”وَهُوَ لُغَةً يَقَعُ عَلٰی مَنْ صَحِبَ أَقَلَّ مَا يُطْلَقُ عَلَيْهِ اِسْمُ صُحْبَةٍ فَضْلاً عَمَّنْ طَالَتْ صُحْبَتُهٗ وَكَثُرَتْ مُجَالَسَتُهٗ“(فتح المغیث، جلد ۲، ص:۷۹)

”صحابی“ کی تعریف میں اُن کا مؤقف یہ ہے کہ لغت کے لحاظ سے اِس کا اطلاق ہر اُس شخص پر ہو گا جس پر اسم صحبت کا قلیل درجہ میں شمار ہوتا ہے چہ جائیکہ اس کی صحبت طویلہ اور مجالس کثیرہ ہوں، یعنی صحبت طویلہ اور مجالسِ کثیرہ والے پر اُس کا اطلاق بدرجہ اولیٰ ہو گا۔ حضرت سخاوی قدس سرہ نے اِس بات کو تسلیم کیا ہے کہ صحابی کے معنیٰ میں صحبت موجود ہے چاہے وہ تھوڑی یا زیادہ ہو، یعنی لغوی لحاظ سے صحبت طویلہ کا اعتبار زیادہ ہو گا، اس لیے کہ وہ کامل ہے۔[1]

علامہ گردیزی نے جو عبارت ذکر کی ہے اس میں ”یعنی صحبت طویلہ اور مجالس کثیرہ والے پر اس کا اطلاق بطریق اولیٰ ہو گا“ یہ کسی عبارت کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ یہ علامہ گردیزی کا ”یعنی“ سے خود بیان کردہ مفہوم ہے جو کہ علامہ شمس الدین سخاوی کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ علامہ گردیزی نے جو مفہوم بیان کیا ہے علامہ سخاوی کا نہیں ہے۔

مگر حقیقت ان کی اس عبارت سے معلوم ہو جاتی ہے:

”وفی الاصطلاح رآء النبیﷺ اسم فاعل من رأی حال کونہ مسلماً عاقلاً وصحبتہ عَلَی الْاَصح کَمَا ذَهَبَ اِلَيْهِ الْجَمْهُوْرُ مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ وَالْاُصُوْلِيِّيْنَ وَغَيْرِهِمْ اِكْتِفٰی بِمُجَرَّدِ الرُّؤيَةِ وَلَوْ لَحْظَةً وَاِنْ لَمْ يَقَعْ مَعَهَا مُجَالَسَتُه وَلَا مُمَاشَاةٌ ولا مُكَالَمَةٌ لِشَرْفِ مَنْزَلَةِ النبیﷺ ولمَنْ عَلَی الْاِكْتَفَاءِ بِهَا أحمد، فَاِنَّهٗ قَالَ مَنْ صَحِبَهٗ سَنَةً أَوْ شَهْراً أَوْ يوماً أَوْ سَاعَةً أَوْ رَآهُ فَهُو مِنْ أَصحَابِہٖ“[2]

ترجمہ: ”اصطلاح میں صحابی اسے کہتے ہیں جس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہو، راء من رأی سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جس نے نبی کریم ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ وہ مسلمان ہو، عاقل ہو اور اسے صحبت بھی میسر ہو، صحیح قول یہی ہے۔ اس پر گئے ہیں جمہور اصولیین اور ان کے علاوہ نے محض دیکھنا بھی کافی ہے قرار دیا ہے۔ اگرچہ ایک لمحے کے لیے ہو۔ اگرچہ نبی کریم ﷺ کی صحبت میں بیٹھنا نہ ہوا ہو اور نہ چلنا اور آپ کے مرتبے کی وجہ سے کلام بھی نہ کر سکا ہو۔ یہ امام احمد بن حنبل کے نزدیک تعریف ہے۔ وہ فرماتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کی صحبت میں ایک سال یا ایک مہینہ یا ایک دن یا ایک گھڑی ہی رہا ہو یا آپ کو دیکھا ہو تو وہ صحابی ہے۔“

اس سے ثابت ہوا کہ حافظ سخاوی کا مؤقف جو گردیزی نے نقل کیا ہے وہ ادھورا، نامکمل اور سوئے فہم پر مبنی ہے۔

---

[1] گردیزی، سید شاہ حسین، تفتازانیہ، ص:۱۹۷

[2] سخاوی، الامام شیخ شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن، فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث للصرامی صاحب المکتبۃ السلفیۃ بالمدینہ منورہ، الجزء الثالث، ص:۸۲

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

دلیل نمبر:۳

علامہ گردیزی ”تفتازانیہ“ میں حضرت خطیب بغدادی حضرت باقلانی قدس سرہ کا مؤقف لکھتے ہیں:

”وَمَع ذٰلِکَ فَقَدْ تَقَرَّرَ لِأُمَّۃ عُرْفٌ فِیْ أَنَّھُمْ لَا یَسْتَعْمِلُوْنَ ھٰذِہِ التَّسْمِیَۃِ إِلَّا فِیْمَنْ کَثُرَتْ صُحْبَتُہٗ واتَّصَلَ لقاؤہ ولا یجرون ذلک علی من لقی المرء ساعۃ ومشی معہ خطا وسمع منہ حدیثاً، فوجب لذلک ان لا یجری ھذا الاسم فی عرف الاستعمال الاعلی من ھذہ حالۃ ومع ھذا فان خبر الثقۃ الامین عنہ مقبول ومعمول بہ، وان لم تطل صحبتہٗ ولا سمع منہ الا حدیثا واحداً“(الکفایہ فی علم الروایہ، ص:۱۰۰)

”مگر اِس لغوی بات کے باوجود امۃ کے لیے عرف کی صورت میں یہ طے ہو چکا ہے کہ وہ ”صحابی“ کا یہ نام اس شخص کے لیے استعمال کرتے ہیں، جس کی صحبت میں کثرت پائی جائے اور اس کی ملاقات میں اتصال رہا ہو اور وہ حضرات، صحابی کا یہ کلمہ اس شخص کے لیے استعمال نہیں کرتے جس نے تھوڑی سی دیر ملاقات کی ہو اور راہ چلتے ہوئے تھوڑا ساتھ میں رہا ہو اور اس دوران ایک آدھ حدیث سن لی ہو۔ اس سے یہ امر لازم ہو جاتا ہے کہ یہ اسم عرف میں اسی شخص کے لیے استعمال کیا جائے گا جس میں کثرت مجالست اور پے در پے ملاقات کی صفات ہوں لیکن اس کے باوجود اگر وہ ثقہ اور امین ہے تو اس کی خبر اور روایت قبول کی جائے گی اور اس پر عمل کیا جائے گا، اگرچہ اس کی مجالست میں طوالت نہ ہو اور اگرچہ اس نے ایک ہی حدیث روایت کی ہو۔“

حضرت باقلانی قدس سرہ نے عرف کے لحاظ سے بڑے واضح انداز میں بات کی ہے، اس میں کثرت مجالست اور پے در پے ملاقات کا ہونا ضروری ہے اور علماء اُمت اس کو صحابی کا نام دیں گے جس میں یہ خوبی ہوگی ورنہ صرف رویئت اور راہ چلتی ملاقات سے صحابی کا نام اسے دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔[1]

اگر علامہ گردیزی کی نقل کردہ اس عبارت کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خطیب بغدادی کا یہ نقطہ نظر نہیں ہے۔ امام باقلانی کے مؤقف کی وضاحت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ”کفایۃ“ میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”حدثنی محمد بن عبیداللہ المالکی انہ قرأ علی القاضی ابی بکر محمد بن الطیب قال لا خلاف بین اھل اللغۃ فی ان القول صحابی مشتق من الصحبۃ، وانہ لیس بمشتق من قدر منھا مخصوص، بل ھو جارٍ علی کل من صحب غیرہ قلیلا کان او کثیراً کما ان القول مُکَالِمٌ ومخاطب وضاربٌ مشتق من المکالمۃ والمخاطبۃ والضرب وجار علی کل من وقع منہ ذلک قلیلاً کان او کثیراً وکذلک جمیع الاسماء المشتقۃ من الافعال وکذلک یقالُ صحبت فلانا حولا ودھرا وسنۃ وشھرا ویوماً وساعۃ، فیوقع

[1] گردیزی، سید شاہ حسین، تفتازانیہ، ص:۲۰۹

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

اسم الصحابة بقليل ما يقع منها وكثيره وذلک يوجب فی حکم اللغة اجرء هذا علی من صحب النبیﷺ لو ساعة من نهار، هذا هوالاصل فی اشتقاق الاسم ومع ذلک فقد تقرر لامة عرف فی انهم لا يستعملون فی هذه التسمية الا فيمن کثرت صحبته واتصل لقاؤه"[1]

ترجمہ:"امام بیہقی فرماتے ہیں کہ مجھے عبید اللہ مالکی نے یہ بات بیان کی، انہوں نے پڑھا قاضی ابی بکر محمد بن طیب پر وہ فرماتے ہیں کہ اہل لغت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس قول میں کہ صحابی مشتق ہے صحبۃ سے اور اس میں کسی مخصوص اندازے کا کوئی تعین نہیں بلکہ یہ مستعمل ہے اس چیز پر کہ جو دوسرے کی صحبت میں رہے چاہے تھوڑی دیر رہے یا زیادہ دیر جیسے یہ قول ہے مکلم، مخاطب اور ضارب، یہ مشتق ہے مکلم مکالمہ سے مخاطب مخاطبہ سے اور ضارب ضرب سے اور اس میں بھی عام ہے چاہے تھوڑی دیر کلام کیا ہو، تھوڑی دیر مخاطب ہوا ہو یا تھوڑا مارا ہو یا زیادہ، اسی طرح تمام اسماء مشتقہ اسی طرح کہا جاتا ہے میں فلاں کی صحبت میں ایک سال رہا، ایک زمانہ رکا رہا، ایک مہینہ رہا، ایک دن رہا بلکہ ایک گھڑی تک رہا، اسی طرح لفظ مصاحبت کا اطلاق تھوڑے اور زیادہ پر ہوتا ہے اور پھر لغت کے اعتبار سے حکم جاری ہوتا ہے اس شخص پر جو نبی کریم ﷺ کی صحبت میں رہا ہو چاہے وہ دن کی ایک گھڑی ہی ہو یہی ضابطہ ہے اسم کے اشتقاق میں اس کے باوجود اُمت میں یہ عرف متحقق ہے کہ یہ صحابی والا نام اس شخص کے لیے ثابت ہو گا جس کی زیادہ صحبت ثابت ہو اور ملاقات بھی اور اس کا اطلاق اس پر نہیں ہو گا جو کچھ دیر کے لیے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ کے ساتھ کچھ دیر چلا ہو اور آپ سے کوئی حدیث سنی ہو اور اس سے یہ بات بھی لازم ہوتی ہے کہ عرف میں اس کا نام استعمال اسی حالت پر واجب ہو گا۔ اس کے باوجود ثقہ اور جو امین ہے اس کی خبر مقبول بھی ہے اور معمول بہ بھی ہے، اگرچہ اس کی صحبت لمبی نہ ہو اور اس کی نبی کریم ﷺ سے ایک ہی حدیث ثابت ہو۔"

دلیل نمبر:۴

علامہ گردیزی لکھتے ہیں کہ "صحبٌ" ایک کثیر المعنیٰ کلمہ ہے۔ یعنی ایک ساتھ رہنا اور اس پر مکث طویل ہونا اور اس طوالت میں قصارت کا ہونا لازم ہے اور مکث طویل میں تربیت و تزکیہ کا راز مضمر ہے۔ ایک ساعت میں تربیت و تزکیہ کی عقلی طور پر کوئی صورت نہیں ہے۔ اگر "صحب" میں تربیت و تزکیہ کا مفہوم پنہاں ہے تو اس کے لیے مدتِ طویلہ لازم امر ہے۔[2]

[1] خطیب بغدادی، الامام الحافظ المحدث ابی بکر احمد بن علی بن ثابت، کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ، حیدر آباد دکن، ص:۵۱

[2] گردیزی، سید شاہ حسین، تفتازانیہ، ص:۲۱۴

علامہ گردیزی کی بات کو درست تسلیم کرنے میں نقص ہے:

علامہ گردیزی نے تربیت وتزکیہ کی "صحابیت" کے لیے شرط عائد کی ہے اس پر کوئی دلیل پیش نہیں کی حالانکہ اپنے مؤقف کو ثابت کرنے کے لیے چاہیے تھا کہ کوئی دلیل پیش کرتے۔ اس پر امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھا اس کی تو بگڑی اس وقت ہی بن گئی، اس کا تزکیہ تو خود بخود ہو گیا۔

امام شمس الدین سخاوی فرماتے ہیں:

"فانہ کما صرح بہ بعضھم إِذا رآہ مسلم أو رَأی مسلما لحظۃ طبع قلبہٗ علی الاستقامۃ لانہ بِأَسلامِہٖ منتھی للقول فاذا قابل ذلک الفوز العظیم أشرف علیہ فَظَھَرَ اثرہ علی قلبہ وعلٰی جوارحِہٖ"[1]

ترجمہ: "پس بے شک بعض نے اسی طرح تصریح کی ہے جب کسی مسلمان نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھا ایک لحظہ کے لیے ہی تو اس کا دل مائل ہو جائے گا استقامت کی طرف اس لیے کہ وہ پہنچ چکا ہے انتھی کو اسلام کے ساتھ قبولیت کو جب اس نے قبول کر لیا اس نور عظیم کو تو اس کے لیے باعث شرف ہے پھر ظاہر ہو جائے گا اس کا اثر اس کے دل پر یعنی اسلام کی حالت میں جب اس نے دیکھا تو یہی باعث شرف ہے اس وجہ سے اس کا دل مضبوط ہو جائے گا۔"

تو اس لیے علامہ گردیزی کی بات کو تسلیم کرنے میں حرج ہے۔

دلیل نمبر:۵

علامہ سید شاہ حسین گردیزی لکھتے ہیں کہ حضرت ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمٰن شہر زوری لکھتے ہیں:

"روینا عن شعبۃ عن موسٰی السیلانی واثنی علیہ خیراً قال اتیتُ انس بن مالک فقلت: ھل بقی من اصحاب رسول اللہ ﷺ احدٌ غیرک؟ قال: بقی ناس من الاعراب قد رأہُ فاما من صحبہُ فلا اسنادہ جید"(معرفۃ انواع علم الحدیث، ص: ۳۹۷)

ترجمہ: "ہم سے کہا روایت کرتے ہوئے شعبہ نے، انہوں نے موسیٰ سیلانی سے اور ان کی اچھائی سے تعریف کی اور کہا کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے ان سے کہا کہ اصحابِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے آپ کے ماسوا کوئی اور موجود ہے تو آپ نے فرمایا: اعراب میں سے کچھ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کو دیکھا تھا مگر صحابہ میں میرے سوا کوئی موجود نہیں ہے۔"

---

[1] السخاوی، امام شمس الدین ابو الخیر محمد بن عبد الرحمٰن بن محمد بن ابی بکر بن عثمان بن محمد، فتح المغیث بشرح الفیہ، المدینہ المنورۃ: المکتبۃ السلفیۃ، الجزء الثالث، ص: ۷۸

اس سے یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ رویئت اور صحبت میں فرق موجود ہے۔[1]

اکابرین کے برعکس علامہ گردیزی کا نظریہ:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کے بارے بیان کرتے ہوئے ابو الفضل زین الدین عبد الرحیم بن الحسین بن عبد الرحمٰن ابن ابی بکر العراقی فرماتے ہیں:

"وَالْجَوَابُ عَنْ ذٰلِکَ أَنَّہٗ أَرَادَ إِثْبَاتَ صُحْبَۃٍ خاصۃ لَيْسَتْ لِتِلْکَ الْأَعْرَابِ، وَكَذا أرَادَ أَبُوْ زُرعَۃَ وَأَبُوْ دَاوٗدَ نَفْیَ الصُّحْبَۃِ الْخَاصَّۃَ دُوْنَ الْعَامَّۃِ"

"اس کا جواب یہ ہے یہاں سے مراد خاص صحبت ہے جو کہ اعرابی کے لیے ثابت نہیں تھی اور اسی طرح امام ابوزرعہ اور امام ابوداؤد رحمہااللہ نے مراد لیا ہے کہ یہاں پر نفی خاص صحبت کی ہے عام صحبت کی نفی نہیں ہے۔"

ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری الدمشقی حضرت انس رضی اللہ عنہ کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَهٰذَا إِنَّما نَفَى فِيهِ الصُّحْبَۃُ الخاصۃ وَلَا يَنْفِى مَا اصْطَلَحَ عَلَيْہِ الْجَمْهُوْرُ مِنْ أنَّ مَجَرَّدا لروَيۃِ كافٍ فى إطْلَاقِ الصحبۃ لشَرف رسول اللهﷺ وجلالۃ قدرہٖ من رآہ من المسلمین"

"سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے یہاں پر خاص صحبۃ کی نفی کی ہے نہ کہ جمہور کی اصطلاح میں لفظ صحابی کی نفی ہے کیونکہ اس کے لیے تو فقط حالت ایمان میں دیکھنا ہی کافی ہے کیونکہ یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف اور عزت اور مرتبہ ہے کہ مسلمانوں میں سے جس نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت ایمان میں ایک نظر دیکھا تو شرفِ صحابیت حاصل ہو گیا۔"[2]

دلیل نمبر:۶

علامہ گردیزی "تفتازانیہ" میں لکھتے ہیں: حضرت قدس سرہ لکھتے ہیں:

"قد رأی عبداللہ بن سرجس رسول اللہﷺ غیر انہ لم یکن لہ صحبۃ" (الکفایۃ، ص:۹۸)

---

[1] گردیزی، سید شاہ حسین، تفتازانیہ، ص:۲۳۶

[2] مفتی اسد الرحمٰن چشتی، محدثین، اصولیین اور فقہاء کے نزدیک صحابی کون؟، دار التحقیق فاؤنڈیشن، ص:۱۵۸

”حضرت عبداللہ بن سرجس نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو دیکھا ہے مگر انہیں صحبت حاصل نہ ہوئی۔“[1]

اس کا جواب دیتے ہوئے امام ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم النمری القرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وقال ابو عمر لا یختلفون فی ذکرہ فی الصحابۃ ویقولون لہ صحبۃ علی مذہبھم فی اللقاء والرؤیۃ والسماع وأما عاصم الأحوال فاحسبہُ أراد الصحبۃ التی یذھب الیھا العلماء وأولئک قلیل“(الاستیعاب، جلد۳، ص:۹۱۴)

”حضرت ابو عمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ) کی صحابیت میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ان کی صحابیت ان لوگوں کے نزدیک ثابت ہے جن کے نزدیک رویئت، ملاقات یا سماع شرفِ صحابیت کے لیے کافی ہے اور عاصم احول نے صحبت سے مراد وہ معنیٰ لیا ہے جس کی طرف اس کے علماء گئے ہیں (یعنی طویل صحبت کی شرط) لیکن یہ چند لوگوں کا مؤقف ہے۔“[2]

دلیل نمبر:۷

علامہ گردیزی امام بخاری کی تعریف پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حضرت امام بخاری قدس سرہ کی بیان کردہ تعریف میں ”اَوْ رَاٰہُ من المسلمین“ کا جملہ محدثین کی تنقید کا نشانہ بنا اور محدثین نے ایسی تبدیلی کی جس سے متکلمین اور اصولیین سے قربت ظاہر ہوتی ہے۔ مزید لکھتے ہیں: حضرت حافظ زین الدین عراقی قدس سرہ لکھتے ہیں:

”فی عبارۃ البخاری نظر، فاالعبارۃ السالمۃ من الاعتراض ان یقال الصحابی من لقی النبیﷺ مسلماً ثم مات علی الاسلام“(شرح مقدمہ ابن الصلاح، ص:۱۷۱)

”حضرت امام بخاری قدس سرہ نے جو صحابی کی تعریف کی ہے اِس میں بحث ہے اور اعتراض ہے، اعتراض سے سالم عبارت اِس طرح ہے کہ صحابی وہ ہے مسلمان ہے جس نے حضرت نبی علیہ السلام سے ملاقات کی ہو، پھر اسلام پر اس کی موت ہوئی ہو۔“

[1] گردیزی، سید شاہ حسین، تفتازانیہ، ص:۲۷۷

[2] مفتی اسد الرحمٰن چشتی، محدثین، اصولیین اور فقہاء کے نزدیک صحابی کون؟، ص:۲۰۹

یعنی بخاری کی عبارت پر "أوْ رَاهُ من المسلمین" پر اعتراض ہے کہ اس میں رویئت کا لفظ استعمال ہو رہا ہے اور اس کی اصلاح کی گئی ہے کہ رویئت کا لفظ اس مقام میں درست نہیں ہے اِس کی جگہ لقاء کا لفظ ہونا چاہیے اور "من المسلمین" کی بجائے "ثم مات علی الاسلام" ہونا چاہیے یعنی اِس میں دو تبدیلیاں ہوئیں تا کہ بات جامع ہو جائے۔[1]

علامہ گردیزی کی دلیل کا تنقیدی جائزہ:

علامہ سید شاہ حسین گردیزی نے دو اعتراض تو بیان کر دیئے کہ امام بخاری کی بیان کردہ تعریف پر دو اعتراضات وارد ہوتے ہیں لیکن علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دو اعتراضات کی وجوہات بیان کی تھیں ان کا تذکرہ علامہ گردیزی نے نہیں کیا حالانکہ کرنا چاہیے تھا تا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف جو انہوں نے بیان کی اس پر اکتفاء کرتے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ تعریف پر جو تبدیلیاں کی گئی ہیں ان کی وجوہات بیان کرتے ہیں۔ علامہ گردیزی نے جن تبدیلیوں کا ذکر کیا ہے وہ اصل میں امام بخاری کی عبارت کی شرح ہے۔ اس کا اندازہ علامہ عینی کے ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

عبارت:

"قیل فی کلام البخاری نقص یحتاج الی ذکرہ وھو ثم مات علی الاسلام والعبارۃ السالمۃ من الاعتراض ان یقال الصحابی من لقی النبیﷺ ثم مات علی الاسلام لیخرج من ارتد ومات کافرا کابن خطل وربیعۃ بن امیۃ ومقیس بن صبابۃ ونحوھم"

ترجمہ: "کہا جاتا ہے کلام بخاری میں نقص ہے جو ذکر کا محتاج ہے اور وہ یہ ہے پھر وہ اسلام پر فوت ہو عبارت جو اعتراض سے محفوظ ہے یہ کہا جائے صحابی وہ ہے کو جو نبی پاک ﷺ سے ملا پھر وہ اسلام پر فوت ہو گیا تا کہ نکال دے یہ تعریف اس کو جو مرتد ہو گیا اور وہ کافر ہو کہ مرا جیسے ابن خطل اور ربیعہ بن امیہ اور مقیس بن صبابہ اور ان کی طرح کے۔"

دوسری تبدیلی رویئت کے لفظ کی جگہ لقاء کی، اس پر فرماتے ہیں:

"فَإِنْ قُلْتَ اِذَا صَحِبَہٗ فَقَدْ رَآہٗ قُلْتُ لَا یَلْزَمُ إِذْ عَبْدُاللهِ بْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ صَحَابِیٌّ إِتِّفَاقاً مَعَ اَنَّہٗ لَمْ یَرَہٗ اِنْتَھٰی قلت من فی محل الرفع علی الابتداء وھی موصولۃ وصحب صلتھا وقولہ اورآ عطف علیہ ای او رای النبیﷺ الصاحب ویحتمل العکس کما قالہ الکرمانی لکف الاول اولٰی لیدخل فیہ مثل ابن ام مکتوم وقولہ فھو من اصحابہ"[2]

---

[1] گردیزی، سید شاہ حسین، تفتازانیہ، ص:۲۷۹

[2] عینی، علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، بیروت: الناشر محمد امین دصبح، الجزء السادس عشر، ص:۱۶۹

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

ترجمہ: "اگر تو اعتراض کرے کہ جب وہ صحبت میں آگیا، آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گیا گویا کہ دیکھ بھی لیا، میں کہتا ہوں نہیں اس لیے یہ لازم نہیں کہ بیٹھنے سے دیکھنا ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ عبد اللہ بن اُمّ مکتوم بالاتفاق صحابی ہیں اس کے باوجود کہ انہوں نے دیکھا نہیں ہے۔"

علامہ گردیزی اور امام بخاری:

علامہ گردیزی لکھتے ہیں کہ امام بخاری کا کہنا ہے جس مسلمان نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی صحبت اختیار کی وہ صحابی ہے اور جس مسلمان نے آپ کا دیدار حاصل کیا وہ بھی صحابی ہے۔ یعنی ایک چیز صحبت ہے اور دوسری رویئت ہے اور جس مسلمان کو دونوں میں ایک بھی حاصل ہو گئی وہ صحابی ہے۔ امام بخاری کی یہ تعریف تیسری صدی ہجری میں منظر عام پر آئی اور اس تعریف کو امام احمد بن حنبل قدس سرہ کی پشت پناہی حاصل ہے۔[1]

ایک بات تو یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ محدث ہیں اس لیے ان کے نزدیک جو صحابی کی تعریف ہے وہ محدثین کی ترجمانی کرتی ہے اور علامہ گردیزی اصولیین کی بیان کردہ تعریف کے قائل ہیں۔ محدثین نے اپنی بیان کردہ تعریف پر اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس طرح کا جملہ کہ: اس تعریف کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی پشت پناہی حاصل ہے اور امام احمد بن حنبل کے اقوال میدانِ حدیث میں حجت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ علامہ گردیزی نے ان کے لیے جملہ درست استعمال نہیں کیا۔

تیسری بات یہ ہے کہ جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف پر علامہ بدرالدین عینی کی شرح موجود ہے تو اشکال کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔

اہم بات:

امام بخاری کے بارے علامہ گردیزی نے جو لکھا ہے کہ صحبت اور رویئت کا ذکر کیا گیا ہے ان کی تعریف میں تو اچھی بات ہے جس کا دل چاہے صحبت پر اکتفاء کرے اور جس کا دل چاہے رویئت پر اکتفاء کرے۔ یہ دونوں میں جس کا دل چاہے جس کو قبول کرے۔ علامہ گردیزی کا یہ کہنا کہ محدثین کی تعریف پر کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ یہ درست نہیں ہے کیونکہ محدثین نے لکھا ہے صحابی "مشتق من الصحبۃ" کہ صحابی مشتق صحبۃ سے اور اس کا اطلاق کم پر بھی ہو سکتا ہے اور زیادہ پر بھی۔ جس طرح مخاطب اور ضارب کا اطلاق کم پر بھی ہے اور زیادہ پر بھی ہے۔ اس لیے علامہ گردیزی کے اٹھائے گئے اعتراضات کا جواز معلوم نہیں ہوتا۔

دلیل نمبر:۸

علامہ گردیزی اپنی کتاب "تفتازانیہ" میں لکھتے ہیں: حضرت محمد بن سعد کاتب نے روایت کے ذریعے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کا مؤقف بیان کیا ہے کہ:

"الصحابۃ لا نعدھم الا من اقام مع رسول اللہ ﷺ سنۃ او سنین، وغزا معہ غزوۃ او غزوتین" (الکفایہ فی علم الروایہ، ص:۹۹)

---

[1] گردیزی، سید شاہ حسین، تفتازانیہ، ص:۲۶۹

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

”یعنی ہم صحابہ کرام میں اسے شمار کرتے ہیں جو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے ساتھ ایک سال یا دو سال رہا ہو یا ایک غزوہ یا دو غزوات میں شریک ہوا ہو۔“(الکفایہ فی علم الروایہ للخطیب، ص:۹۹)

علامہ گردیزی لکھتے ہیں: حضرت سعید بن المسیب اجلہ تابعین میں شمار ہوتے ہیں اور حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ کے اس مؤقف کی روایت میں محمد بن عمر واقدی کا نام آتا ہے۔ حضرت ابن حجر عسقلانی قدس سرہ نے اس پر جرح کی ہے اور اسے ضعیف اور موضوعات روایت کرنے والا ظاہر کیا ہے جبکہ اصابہ میں خود بھی اس کی روایات قبول کی ہیں تاہم جب واقدی سے روایت کرنے والا محمد بن سعد کاتب ہو تو ان کے ثقہ ہونے کی وجہ سے ثقاہت آجانی چاہیے کیونکہ وہ علی الاطلاق ثقہ ہیں۔[1]

پوری عبارت:

علامہ گردیزی نے غزوتین تک عبارت نقل کی۔ حالانکہ مکمل عبارت اس طرح سے ہے:

”قال ابن عمر ورأيت أهل العلم يقولون كل من رأى رسول اللهﷺ وقد أدرک الحلم وأسلم وعقل امراالدين ورضيه فهو عندنا ممن صحب النبیﷺ ولو ساعة من نهار ولكن اصحابه علٰى طبقاتهم وتقدمهم فی الاسلام“[2]

ترجمہ:”ابن عمر فرماتے ہیں میں نے اہل علم کو فرماتے ہوئے سنا ہر وہ شخص جس نے رسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو دیکھا اور حد بلوغ کو پہنچ چکا تھا اور مسلمان ہو وہ دین کے معاملات کو سمجھتا ہو اور کسی پر وہ راضی ہوا ہو، ہمارے نزدیک صحابہ میں سے ہے اگرچہ ایک لمحہ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن صحابہ کرام کے درجات اور طبقات ہیں اسلام میں۔“

دلیل نمبر:۹

علامہ گردیزی فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کرنے والوں کی صحابیت کے متعلق لکھتے ہیں: حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی معیت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کام کرتے رہے تو انہوں نے ایک طویل عرصہ یہ خدمات سرانجام دی ہیں اور طویل عرصہ ہے اس لیے ان کے درجات زیادہ بلند ہیں لیکن ان دونوں طبقات سے جو فتح مکہ کے بعد حلقہ اسلام میں داخل ہوتے ان کے پاس مدتِ طویلہ کی گنجائش نہیں تھی۔[3]

علامہ گردیزی فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کرنے والوں کو صحابیت میں شمار کرنے پر تیار نہیں ہیں حالانکہ فتح مکہ سن آٹھ ہجری میں ہوا، وصال آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا ربیع الاول دس ہجری کو ایک سال سے زیادہ عرصہ تو بنتا ہے لیکن علامہ گردیزی نے جتنی مدت طویلہ کا ذکر کیا تھا یہاں پر آکر اس سے بھی لاتعلق ہو گئے ہیں۔

---

[1] گردیزی، سید شاہ حسین، تفتازانیہ، ص:۲۳۷

[2] خطیب بغدادی، الامام الحافظ المحدث ابی بکر احمد بن علی بن ثابت، الکفایۃ فی علم الروایۃ، حیدرآباد دکن، ص:۵۱

[3] گردیزی، سید شاہ حسین، تفتازانیہ، ص:۲۵۳

علامہ گردیزی نے جو موقف بیان کیا ہے وہ بعض اصولیین اور فقہاء کا ہے نہ کہ تمام اصولیین کا۔

اس فصل میں یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ علامہ گردیزی کے دلائل نامکمل ہیں اور ان میں واضح تضاد پایا جاتا ہے۔

مبحث صل دوم: محدثین کا نقطہ نظر

محدثین کے نزدیک "صحابی" کی تعریف:

علامہ گردیزی نے اگرچہ اصولیین کے مؤقف کو مستحکم اور مضبوط قرار دیا ہے لیکن ان کی علمی دیانت داری ہے کہ انہوں نے محدثین کے مؤقف کو بھی بیان کیا۔ مؤقف بیان کرنے کے بعد اگرچہ اس پر جرح کرتے ہوئے اس مؤقف کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ اس مؤقف پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر محدثین کی آراء کا جائزہ لیا جائے تو اس سے بھی علامہ گردیزی کے مؤقف کی تائید نہیں ہوتی۔

حضرت خطیب بغدادی "الکفایۃ" میں "صحابی" کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"كُلُّ مَنْ صَحِبَهُ سَنَةً أَوْ شَهْرًا أَوْ يَوْمًا أَوْ سَاعَةً أَوْ رَآهُ فَهُوَ مِنْ أَصْحَابِهِ، لَهُ مِنَ الصُّحْبَةِ عَلَى قَدْرِ مَا صَحِبَهُ"[1]

ترجمہ: "ہر وہ شخص جس نے نبی کریم ﷺ کی صحبت اختیار کی ہو، ایک سال یا ایک مہینہ یا ایک دن یا ایک گھڑی یا اُس نے آپ ﷺ کو (حالت ایمان میں) دیکھا ہو وہ صحابی ہے۔ (یعنی وہ اصحاب میں سے ہے) اسے اس قدر شرفِ صحابیت حاصل ہے جس قدر اس نے صحبت اختیار کی۔"

اس سے واضح ہوا کہ محدثین کے نزدیک سال کی یا چھ ماہ، ایک غزوہ کی یا دو غزوات کی کوئی شرط نہیں ہے۔ ان کے نزدیک بس جس کو ایک لمحہ کی صحبت نصیب ہوئی وہ صحابی ہے۔

امام بخاری "صحابی" کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ومن صحب النبیﷺ أَوْ رَآهُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَهُوَ مِنْ اَصْحَابِهِ"[2]

"مسلمانوں میں جس نے بھی حضور نبی کریم ﷺ کی صحبت اختیار کی ہو یا فقط آپ ﷺ کو دیکھا ہو، وہ آپ ﷺ کا صحابی ہے۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ تعریف پر علامہ گردیزی نے دو تبدیلیوں کا ذکر کیا تھا جس کا پچھلی فصل (ص: ۴۷) میں بیان ہو چکا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف "صحابی" پر محدثین کا مؤقف ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ "صحابی" کی تعریف کے متعلق فرماتے ہیں:

"فَقُلْتُ وَهُوَ مَنْ لَقِیَ النَّبِیَّﷺ مُؤمِناً وَمَاتَ عَلَى الْاِسْلَامِ وَلَوْ تَخَلَّلَتْ رِدَّةٌ فِی الْاَصَحِّ"[3]

---

[1] خطیب بغدادی، الامام الحافظ المحدث ابی بکر احمد بن علی بن ثابت، کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ، حیدر آباد دکن، ص: ۵۱

[2] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع المسند المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ، کتاب فضائل الصحابۃ، بیروت، ص: ۴۸۲

[3] عسقلانی، العالم الربانی الحافظ ابن الحجر، نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، بتحتیۃ الفاضل المولوی محمد عبد اللہ الٹونکی، ص: ۸۲

ترجمہ: ”صحابی وہ ہے جس نے حالت ایمان میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی ہو اور وہ اسلام پر ہی فوت ہوا ہو، اگرچہ وہ درمیانی مدت میں مرتد ہو گیا تھا (لیکن اختتام اس کا ایمان پر ہوا ہو۔)“

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ مزید وضاحت کرتے ہیں:

”وَالْمُرَادُ بِاللِّقَاءِ مَا هُوَ اَعَمُّ مِنَ الْمُجَالَسَةِ وَالْمُمَا شَاةِ وَوُصُولِ أَحَدِهِمَا إِلٰى الْآخَرِ، وَإِنْ لَمْ يُكَالِمْهُ وَيَدْخُلُ فِيهِ رُؤيَةُ أَحَدِهِمَا الآخَرَ۔ سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ بِنَفْسِهٖ أَوْ بِغَيْرِهٖ“[1]

ترجمہ: ”لقاء سے مراد ہے جو باہم بیٹھنے، چلنے، پھرنے اور دونوں میں سے ایک کے دوسرے تک پہنچنے اگرچہ اس سے مکالمہ بھی نہ کیا ہو، یہ مجلس اس لحاظ سے عام ہے (جس میں کسی کا آپ ﷺ تک پہنچنا ہی کافی ہے) اور لقاء میں ہی ایک دوسرے کو بنفسہ یا بغیرہ دیکھنا داخل ہے۔“

مذکورہ بالا دونوں عبارات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس نے آپ ﷺ کی زیارت کی اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا اگرچہ درمیانی مدت وہ اسلام سے پھر گیا تھا وہ صحابی کہلائے گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی ”الاصابہ فی تمییز الصحابۃ“ میں صحابی کی تعریف لکھتے ہیں:

”وَأَصَحُّ مَا وَقَفْتُ عَلَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ أَنّ الصَّحَابِیّ مَنْ لَقِیْ النبیﷺ مُؤمِنًا بِهٖ وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَيَدْخُلُ فِيمَنْ لَقِيَهُ مَنْ طَالَتْ مُجَالَسَتُهُ أَوْ قَصُرَتْ وَمَنْ رَوَى عَنْهُ أَوْ لَمْ يَرْوِ وَمَنْ غَزَا مَعَهُ أَوْ لَمْ يَغْزُ وَمَنْ رَآهُ رُؤيَةً وَلَوْ لَمْ يُجَالِسْهُ، وَمَنْ لَمْ يَرَهُ لِعَارِضٍ كَالْعَمْيِ“[2]

ترجمہ: ” صحیح ترین تعریف جس پر میں واقف ہوا ہوں بے شک صحابی وہ شخص ہے جس نے رسول کریم ﷺ سے ملاقات کی ہو ایمان کی حالت میں اور اسلام پر فوت ہوا ہو، پس جو ملا ہو آپ ﷺ سے، اس کی مجلس طویل ہو یا قلیل ہو اس نے نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام سے روایت کی ہو یا روایت نہ کی ہو۔ وہ غزوات میں شریک ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، فقط آپ ﷺ کی زیارت کی ہو اگرچہ آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھا بھی نہ ہو اور وہ بھی صحابی ہے جس نے آپ ﷺ کو کسی عذر کی وجہ سے نہ دیکھا جیسے کہ نابینا۔“

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مؤقف کا خلاصہ یہ ہے کہ جس نے آپ ﷺ کو صرف دیکھا اور بحالت ایمان فوت ہوا وہ ”صحابی“ ہے۔

فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث میں امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ ”صحابی“ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

[1] ایضاً

[2] عسقلانی، شہاب الدین ابی الفضل احمد بن علی بن حجر، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، وبھامشہ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبد البر النمری القرطبی، بیروت، الجزالاول، ص: ۸

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

”هُوَ مَنْ رَأى النَّبِيَّ ﷺ وَاخْتَصَّ بِہٖ اخْتِصَاصَ الصَّاحِبِ وَإِنْ لَمْ يَرْوِ عَنْہُ وَلَمْ يَتَكَلَّمْ مِنْہُ“[1]

ترجمہ: ”وہ شخص جس نے رسول امین ﷺ کی زیارت کی اسے شرفِ صحابیت کے ساتھ مختص کیا جائے گا۔ اگرچہ اس نے آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے کوئی روایت بیان نہ کی ہو اور نہ ہی تعلیم حاصل کی ہو۔“

درج ذیل محدثین بھی اسی تعریف کے قائل ہیں جو اوپر بیان کی گئی ہے۔ اور بھی محدثین نے جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ ابو الحسن عساکر الدین مسلم بن الحجاج بن ورد بن کوشاذ القشیری النیشاپوری

۲۔ ابو عبد الرحمٰن محمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر (خراسانی، نسائی)

۳۔ سلیمان بن الاشعث بن شداد بن عمرو بن عامر ابو داؤد

۴۔ ابو عیسیٰ السلمیٰ الترمذی البوغی

۵۔ ابو عبد اللہ محمد بن یزید الربعی القزوینی امام ابن ماجہ

۶۔ ابو عبد اللہ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن الحارث بن غیمان بن جلیل بن عمرو بن ذی اصبح الحارث الاصبحی المدنی

۷۔ ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی (المعروف امام محمد)

۸۔ ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمۃ بن عبد الملک الازدی الحجری المصری الطحاوی

”صحابی“ کی تعریف جس کا مفہوم اوپر کی گئی تعریفات کے بالکل عین مطابق ہے لیکن طوالت کے خطرے کے پیشِ نظر صرف انہی تعریفات پر اکتفاء کرتے ہوئے محدثین کے دلائل ذکر کرتے ہیں جو انہوں نے بیان کیے ہیں۔

دلیل نمبرا: خطیب بغدادی بیان کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبد اللہ المالکی نے بیان کیا کہ انہوں نے قاضی ابو بکر محمد بن طیب باقلانی کے سامنے پڑھا:

”لَا خِلَافَ بَيْنَ أَهْلِ اللُّغَةِ أَنَّ الْقَوْلَ صحابی مشتق من الصحبۃ وانہ لیس بمشتق من قدر منها مخصوصٍ بل هو جار علی کل من صحب غیرہ قلیلا او كَانَ كثیراً کما ان القول مکالم ومخاطب وضاربٌ مشتق من المکالمۃ والمخاطبۃ والضَّرْبِ وجارٍ علی کل من وقع منہ ذٰلک قلیلا کان او کثیراً وکذلک جمیع الاسماء المشتقۃ من الافعال وکذلک یقالُ صحبت فلانا حولا ودهراً وسنۃ وشهراً ویوما وساعۃ فیوقع اسم الصحابۃ بقلیل ما یقع منها وکثیرہ وذلک یوجب فی حکم اللغۃ اجرا هذا علی من صحب النبی ﷺ ولو ساعۃ من نهار هذا هو الاصل فی اشتقاق الاسم ومع ذلک فقد

[1] سخاوی، الامام شیخ شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن، فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث للصرامی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

تقرر لامة عرف فی انهم لا یستعملون فی هذه التسمیة الا فیمن کثرت صحبتہ واتصل لقاؤہ"[1]

ترجمہ: "اہل لغت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس قول میں کہ صحابی مشتق ہے "صحبۃ" سے اور اس میں کسی مخصوص اندازے کا کوئی تعین نہیں ہے بلکہ یہ مستعمل ہے اس چیز پر کہ جو دوسرے کی صحبت میں رہے چاہے تھوڑی دیر رہے یا زیادہ دیر۔ جیسے یہ قول ہے مکلم، مخاطب اور ضارب، یہ مشتق ہے مکلم مکالمہ سے مخاطب مخاطبہ سے اور ضارب ضرب سے اور اس میں بھی عام ہے چاہے تھوری دیر کلام کیا ہو، تھوڑی دیر مخاطب ہوا ہو، تھوڑا مارا ہوا ہو یا زیادہ۔ اسی طرح تمام اسماء مشتقہ۔ اسی طرح کہا جاتا ہے میں فلاں کی صحبت میں رہا ایک سال ایک زمانہ تک رہا، ایک مہینہ رہا، ایک دن رہا بلکہ ایک گھڑی تک رہا، اسی طرح لفظ مصاحبت کا اطلاق تھوڑے اور زیادہ پر ہوتا ہے اور پھر لغت کے اعتبار سے حکم جاری ہوتا ہے اس شخص پر جو نبی کریم ﷺ کی صحبت میں رہا ہو چاہے وہ دن کی ایک گھڑی ہی ہو، یہی ضابطہ ہے اسم کے اشتقاق میں اس کے باوجود اُمت میں یہ عرف متحقق ہے کہ صحابی والا نام اس شخص کے لیے ثابت ہو گا جس کی زیادہ صحبت ثابت ہو اور ملاقات بھی اور اس کا اطلاق اس پر نہیں ہو گا جو کچھ دیر کے لیے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ کے ساتھ کچھ دیر کے لیے چلا ہو اور آپ ﷺ سے کوئی حدیث سنی ہو اور اس سے یہ بات بھی لازم ہوتی ہے کہ عرف اس کا نام استعمال اسی حالت پر واجب ہو گا۔"

محدثین کی یہ دلیل اصل میں لغت کے اعتبار سے جس طرح کلام کرنے والا کلام کرے تھوڑا کرے یا زیادہ مکلم ہی کہتے ہیں اور ضارب تھوڑا مارے یا زیادہ، ہے وہ ضارب ہی، اسی طرح صحابہ صحبۃ سے ہے وہ صحبت تھوڑی ہو یا زیادہ وہ لغت کا اعتبار کرتے ہوئے صحابی ہی ہے۔

دلیل نمبر۲: بخاری شریف میں حدیث پاک ہے:

"عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ:يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَغْزُونَ، فَيُقَالُ لَهُمْ: فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ الرَّسُولَﷺ، فَيَقُولُونَ: نَعَمْ فَيُفْتَحُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ يَغْزُونَ، فَيُقَالُ لَهُمْ: هَلْ فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ مَنْ صَحِبَ الرَّسُولَﷺ، فَيَقُولُونَ: نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ"[2]

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا "لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ جہاد کے لیے فوج جمع ہو گی، پوچھا جائے گا کہ فوج میں کوئی ایسے بزرگ بھی ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اٹھائی ہو؟ ان سے کہا جائے گا کہ ہاں ہیں تو ان کے ذریعہ فتح کی دعا مانگی جائے گی۔ پھر ایک جہاد ہو گا اور پوچھا جائے گا: کیا فوج میں

[1] خطیب بغدادی، الامام الحافظ المحدث ابی بکر احمد بن علی بن ثابت، کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ، حیدر آباد دکن، ص:۵۱

[2] بخاری، ابو عبد اللہ، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، رقم الحدیث:۳۵۹۴

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

کوئی ایسے شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی کی صحبت اٹھائی ہو؟ ان سے کہا جائے گا کہ ہاں ہیں تو ان کے ذریعہ فتح کی دعا مانگی جائے گا۔ پھر ان کی دعا کی برکت سے فتح ہو گی۔"

دلیل نمبر ۳: امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وَفِيْ الْاِصْطَلَاحِ رَاءالنبیﷺ اسم فَاعِلٌ مِنْ رأى حَالَ كَوْنِہٖ مُسْلِمًا عَاقِلًا ذُوْ صُحْبَةِ عَلَى الْاَصَحِّ كَمَا ذَهَبَ اِلَيْهِ الْجَمْهُورُ مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ وَالْاُصُوْلِيّيْنَ وَغَيْرِهِمْ اِكْتِفَاءً بِمُجَرّدَالرُّؤيَةِ وَلَوْ لَحْظَةً وَاِنْ لَمْ يَقَعْ مَعَهَا مُجَالَسَتهُ وَلَا مُمَا شَاةٌ وَلَا مُكَالَمَةٌ لِشَرَفِ مَنْزَلَةِ النبیﷺ فَاِنَّہٗ كَمَا صَرَّحَ بَعْضُهُمْ اِذَا رَآهُ مُسْلِمٌ اَوْ رَأى مُسْلِماً لَحْظَةً طُبِعَ قَلْبُہٗ عَلَى الْاِسْتَقَامَةِ لِاَنَّہٗ بِاِسْلَامِہٖ مُتَهَبِّی لِلْقُبُوْلِ فَاِذَا قَابَلَ ذٰلِکَ النُّوْرَ الْعَظِيْمِ أشْرَف عَلَيْہِ فَظَهَرَ اَثْرُہٗ عَلٰى قَلْبِہٖ وَعَلٰى جَوَارِحِہٖ وَمِمَّنْ نَصَّ عَلَى الْاِكْتِفَاء بِهَا اَحْمَدْ: فَاِ نَّہٗ قَالَ مَنْ صَحِبَہٗ سَنَةً أوْ شَهْراً أوْ يَوْماً أوْ سَاعَةً أوْ رَآهُ فَهُوَ مِنْ اَصْحَابِہٖ"[1]

ترجمہ: "اور اصطلاح میں صحابی اسے کہتے ہیں جس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہو، راء مِنْ رأى سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، جس نے نبی کریم ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ وہ مسلمان ہو، عاقل ہو، اسے صحبت بھی میسر ہو، صحیح قول یہی ہے اس پر گئے ہیں جمہور اصولیین اور ان کے علاوہ نے محض دیکھنا بھی کافی ہے قرار دیا ہے۔ اگرچہ ایک لمحے کے لیے ہو، اگرچہ نبی کریم ﷺ کی صحبت میں بیٹھنا نہ ہوا ہو اور نہ چلنا ہو اور آپ کے مرتبہ کی وجہ سے کلام بھی نہ کر سکا ہو۔ نبی پاک ﷺ کے مقام و مرتبہ کی وجہ سے۔ یہ تعریف امام احمد بن حنبل کے نزدیک ہے وہ فرماتے ہیں: جو نبی کریم ﷺ کی صحبت میں ایک سال رہا یا ایک مہینہ یا ایک دن یا ایک گھڑی ہی رہا ہو یا آپ کو دیکھا ہو تو وہ صحابی ہے۔"

محدثین کی اس دلیل پر جو انہوں نے پیش کی ہے اس میں اس بات کو سامنے رکھا گیا ہے جس نے آپ ﷺ کو دیکھا تو دیکھنا ہی شرف کی بات ہے۔ آپ کو دیکھنے سے ہی اس کا دل مضبوط ہوا اسلام پر وہ ہستی جن کا دیکھنا انسان کو شرف عطاء کرتا ہے کسی کے صحابی ہونے کے لیے کافی ہے حالت ایمان میں۔

دلیل نمبر ۴: امام ابو بکر احمد بن حسین البیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْداللهِ أَنَّہٗ صَحِبَہٗ دِهْقَانُ فَلَمّا انتهى إِلٰى الْقَنْطَرَةِ اِتَّسَعَتْ لَہٗ الطَّرِيْقُ، فَأخَذَ فِيْہِ الدِّهْقَانُ فاتَّبَعَہٗ عبداللہ بنُ مسعودٍ بالسَّلامِ قَالَ قُلْتُ اَلَيْسَ يُكْرَہُ هَذا؟ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ حَقُّ الصّحبَةِ"(شعب الایمان للبیہقی)

---

[1] السخاوی، الامام الشیخ شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن، فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث للعراقی، صاحب المکتبۃ السلفیہ بالمدینۃ المنورہ، الجز الثالث، ص:۸۲

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

ترجمہ: ”حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک کسان آپ رضی اللہ عنہ کا ساتھی بن گیا، جب پُل پر پہنچے تو وہاں سے ایک اور راستہ نکلتا ہے جس کو کسان نے اختیار کیا تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے پیچھے سلام کہا تو میں نے عرض کی کیا یہ مکروہ نہیں ہے؟ فرمایا: کیوں نہیں لیکن یہ صحبت کا حق ہے اس اثر میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے چند لمحات ساتھ گزارنے والے کے لیے صحبت کا اطلاق کیا ہے اور یہی مؤقف محدثین اور بعض اصولیین کا ہے۔“[1]

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بعض اصولیین بھی محدثین کے نقطہ نظر سے اتفاق کرتے ہیں۔

دلیل نمبر ۵: صحابی کی پہچان:

اُمت کے نزدیک صحابی کی پہچان کے امور بیان کیے گئے ہیں جو کہ محدثین کے حق میں ہیں۔ ان کے مؤقف کو مضبوط کرتے ہیں:

۱۔ اُمت کے تواتر سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں شخص صحابی مثلاً خلفائے اربعہ۔

۲۔ کسی شخص کا صحابی ہونا اس شہرت سے ثابت ہوتا ہے جو تواتر کے درجہ تک پہنچنے سے قاصر ہو، مثلاً حضرت ضمام رضی اللہ عنہ بن ثعلبہ اور عکاشہ بن محصن۔

۳۔ جب کوئی معروف صحابی کسی شخص کے بارے شہادت دے کہ وہ صحابی ہے، تو اس سے اس کا صحابی ہونا ثابت ہو جائے گا۔ مثلاً حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حممہ رضی اللہ عنہ بن ابی حممہ دوسی کے بارے میں شہادت دی تھی کہ وہ صحابی ہیں۔ یہ صاحب اصبہان کے شہر میں بمرض اسہال فوت ہوئے تھے۔

۴۔ کسی شخص کا صحابی ہونا اس بات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ خود صحابی ہونے کا دعویٰ کرے۔ بشرطیکہ وہ آپ کا معاصر ہو اور اس کی عدالت بھی ثابت ہو۔

۵۔ اگر کوئی تابعی کسی شخص کے بارے میں یہ کہے کہ وہ صحابی ہے تو اس سے مذکورہ شخص کا صحابی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس قول کی اساس اس بات پر رکھی گئی ہے کہ اگر ایک عادل شخص بھی کسی شخص کی صفائی پیش کرے تو اس شخص کی شہادت مقبول ہے۔ یہی قول راجح ہے۔[2]

اس قول کے راجح ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک سال یا ایک غزوہ یا دو غزوات کی شرائط صحابیت کے لیے انفرادی ہیں نہ کہ اُمت کے علماء کا اجماعی نقطہ نظر ہے۔

---

[1] مفتی اسد الرحمٰن چشتی، محدثین، اصولیین اور فقہاء کے نزدیک صحابی کون؟ دار التحقیق فاؤنڈیشن، ص: ۱۰۷

[2] محمد محمد ابوزھو، تاریخ، حدیث و محدثین، مترجم: پروفیسر غلام احمد حریری لائل پوری، لاہور: قرآن لمیٹڈ اُردو بازار، ص: ۱۸۲

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

محدثین کی اس دلیل میں کسی بھی اُس شرط کا ذکر موجود نہیں جو اصولیین نے لگائی تھی یا علامہ گردیزی نے اپنا ذاتی مؤقف بنا کر پیش کیا۔ تزکیہ وتصفیہ کا اس پر اجماع ہے، ہاں بعض لوگوں نے اختلاف کیا بھی تو وہ ان کا اپنا نقطہ نظر ہے۔

دلیل نمبر ۶: صحابہ کی تعداد:

صحابہ کی تعداد بہت زیادہ ہے اور صحیح طور پر اس کی تعیین نہیں کی جاسکتی۔ علماء نے اندازے سے ان کی تعداد بتائی ہے۔ صحیح عدد معلوم نہیں۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے کے واقعہ میں بیان کرتے ہیں کہ اصحابِ رسول ﷺ کی تعداد بہت زیادہ ہے اور کسی کتاب میں ان کی گنتی مذکور نہیں۔

محدث ابوزُرعہ سے دریافت کیا گیا کہ یہ بات کہاں تک درست ہے کہ احادیث نبویہ کی تعداد چار ہزار ہے، فرمانے لگے یہ زنادقہ کا قول ہے۔

احادیث رسول ﷺ کون شمار کر سکتا ہے؟ جب آنحضرت ﷺ نے وفات پائی اس وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ موجود تھے اور ان سب نے آپ سے حدیثیں سنیں اور روایت کیں۔ پھر ان سے سوال کیا گیا۔ یہ صحابہ کہاں تھے اور انہوں نے کس جگہ آپ سے حدیثیں سنیں؟ فرمانے لگے: صحابہ مکہ ومدینہ اور ان کے آس پاس بودوباش رکھتے تھے۔ کچھ دیہاتی اور بھی حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ کے ہمراہ تھے۔ ان سب نے آپ کو عرفات کے میدان میں دیکھا
اور آپ کے ارشادات گرامی سنے۔[1]

اس دلیل میں دیہاتیوں کا ذکر بھی ہے اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا مؤقف بھی کہ صحابہ کرام کی گنتی معلوم نہیں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ سے زیادہ تھے تو اب علامہ گردیزی کے دلائل کو دیکھیں تو چند صحابہ کرام بچ جائیں گے جن کی تعداد بمشکل چند سو تک یا چند ہزار تک محدود رہ جائے گی لیکن بڑے علماء ومحدثین نے صحابہ کرام کی گنتی ہی نامعلوم قرار دی ہے۔

صحابہ کرام کی گنتی اس وجہ سے بھی نامعلوم ہو سکتی ہے کہ صحابہ کرام خود تو مشغول رہے اور اس کی ضرورت بھی نہ پیش آئی۔ یہ مضبوط دلیل ہے محدثین کے مؤقف پر اور خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر کسی نے بھی تعداد صحابہ یعنی ایک لاکھ سے اوپر کا انکار نہیں کیا۔

---

[1] تالیف، محمد محمد ابوزھو، تاریخ حدیث ومحدثین، مترجم: پروفیسر غلام احمد حریری لائل پوری، ص: ۱۸۴

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

فصل سوم: محدثین کے نقطہ نظر کی ترجیح کے دلائل

دلیل نمبر:۱

علامہ سید شاہ حسین گردیزی نے "تفتازانیہ" میں اصولیین کی بیان کردہ تعریف کو مستحکم قرار دیا کیوں کہ اس تعریف میں تزکیہ وتصفیہ کی شرط بیان کی۔ "صحبت طویل" روایت کرنے کی شرط سے اگر ان شرائط کو قبول کر لیا جائے تو بہت سارے صحابہ کرام شرفِ صحابیت سے محروم ہو جائیں گے۔ کیوں کہ "صحابیت" ایک شرف ہے۔

علامہ گردیزی لکھتے ہیں:

> "قلت حضوری" تزکیہ کے لیے ناکافی ہے اور قرآن حکیم نے جو بنیادی اصول دیا ہے وہ تزکیہ کا ہے اور تزکیہ "کثرت حضوری" کا متقاضی ہے۔[1]

اس مقام پر علامہ گردیزی "صحابیت" تزکیہ کی شرط عائد کرتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد کتاب کی تعلیم اور تزکیہ نفس ہے لیکن درجہ صحابیت کے لیے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے کسی شرط کا ذکر نہیں فرمایا اور نہ ہی قرآن میں کسی شرط کا تذکرہ ہے کہ تزکیہ نفس ہوگا تو "وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى"[2] کے تحت آئے گا ورنہ نہیں جس طرح علامہ گردیزی کہتے ہیں کہ محدثین کے مؤقف پر کوئی دلیل نہیں ہے بالکل اسی طرح جو تزکیہ کی شرط علامہ گردیزی نے عائد کی ہے اس پر بھی تو کوئی دلیل نہیں ہے۔

تزکیہ اندرونی کیفیت ہے نہ کہ بیرونی کیفیت، کسی کے پاس کوئی آلہ نہیں کہ وہ اندازہ لگا سکیں کہ فلاں کا تزکیہ ہے اور فلاں کا نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ درست نہیں کہ تزکیہ کی شرط عائد کی جائے کیوں کہ تزکیہ اندرونی کیفیت ہے جس کا ظاہر سے تعلق نہیں ہے، اظہار الگ چیز ہے۔

دلیل نمبر:۲

اصولیین اور محدثین کے درمیان اختلاف لغوی معنی کے استعمال میں ہے جو کہ قلیل صحبت اور کثیر صحبت دونوں پر سچا آتا ہے۔ اصولیین نے کثیر صحبت کا معنی مراد لے کر اس کو چند افراد کے ساتھ خاص کر لیا ہے۔ جبکہ محدثین نے اس کا عام افراد کے لیے استعمال کیا ہے یعنی مراد لیا ہے۔ بعض افراد کے ساتھ خاص کرنے کا مطلب ہے طویل صحبت لازم ہے۔ جبکہ عام افراد کے ساتھ اس کا مطلب کم صحبت بھی پائی گئی تو درست ہے۔ صحبت طویل کا معنیٰ مراد لینے سے بہت سے صحابہ شرفِ صحابیت سے خارج ہو جاتے ہیں جب کہ یہ ایک شرف ہے جو کہ قلیل صحبت سے بھی حاصل ہو جاتا ہے اور یہی پسندیدہ معنیٰ قرار دیا گیا ہے۔

دلیل نمبر:۳

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے والوں کا قصہ بیان کیا تو اس میں صحابہ کی تعداد کا ذکر کچھ اس انداز سے کیا:

---

[1] گردیزی، سید شاہ حسین، تفتازانیہ، ص:۲۸۸

[2] الحدید:۱۰

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

”وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَ رَسُولِ اللهِﷺ كَثِيْرٌ وَلَا يَجْمَعُهُمْ كِتَابُ حَافِظٌ يُدِيْدُالدِّيْوَان“[1]

اس کے بعد اسی حدیث کا حصہ ہے جس میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”رَجُلٌ يُرِيْدُ اَنْ يَتَغَيَبْ“ کہ اگر کوئی آدمی اپنے آپ کو چھپانا چاہتا تو چھپا لیتا اور اتنی کثیر تعداد میں صحابہ کرام تھے۔

محدث ابوزرعہ: محدث ابوزرعہ کی بات کو سامنے رکھا جائے تو آپ فرماتے ہیں:

”جب آنحضرت ﷺ نے وفات پائی اس وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ موجود تھے۔“[2]

اب اگر علامہ گردیزی کی بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ ”صحابی“ کے لیے تزکیہ لازم ہے تو ایک لاکھ چودہ ہزار تعداد نہیں رہتی بلکہ چند ہزار تک محدود رہ جائے گی اور شرفِ صحابیت کا تعلق زیارت سے ہے نہ کہ تزکیہ سے۔ اُمت میں یہ بات مشہور ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کرام موجود تھے۔

دلیل نمبر:۴

حضرت نبح الغنزی فرماتے ہیں:

”كُنْتُ عِنْدَ أَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِیْ فَذُكِرَ عَلِیُّ ابْنُ أَبِیْ طَالِبٍ وَمُعَاوِيَۃُ أَحْسِبُہٗ قَالَ فَنِيْلَ مِنْ مُعَاوِيَۃَ كَذَا قَالَ عَلِیٌّ وَكَانَ مُضْطَجِعًا فَاسْتَوٰی جَالِسًا فَقَالَ كُنَّا نَنْزِلُ أَوْ نَكُوْنُ مَعَ النَّبِیِّﷺ رِفَاقًا رَفْقَۃٌ مَعَ فُلَانٍ وَرُفْقَۃٌ مَعَ أَبِیْ بَكْرٍ فَكُنْتُ فِیْ رُفْقَۃِ أَبِیْ بَكْرٍ فَنَزَلْنَا بِأَهْلِ بَيْتٍ أَوْ بَأَهْلِ أَبْيَاتٍ فِيْهِنَّ امرأَۃٌ حُبْلٰی۔ وَمَعنَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَۃِ فَقَالَ لَهَاالْبَدْوِیُّ اَيَسُرُّکِ أَنْ تَلِدِیَ غُلَامًا أَنْ تُعْطِيَنِیْ شَاۃً؟ فَأَعْطَتْہُ شَاۃً فَسَجَعَ لَهَا أَسَاجِيْعَ ثُمَّ عَمَدَ اِلَی الشَّاۃِ فَذَبَحَهَا ثُمَّ طَبَخَهَا، قَالَ فَجَلَسْنَا أَوْ فَجَلَسُوْا فَأَكَلُوْا، فَذَكَرُوْا أمْرَ الشَّاۃِ، فَرَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ مُتَبَرِّزًا مُسْتَنْشِلاً يَتَقَيَّأ، قَالَ اِنَّ عُمَرَ أُمِّیَ بِذٰلِکَ الْاَعْرَابِیِّ يَهْجُوالْاَنْصَارَ فَقَالَ عُمَرُ لَوْ لَا أَنَّ لَہٗ صُحْبَۃٌ مِنْ رَسُوْلِ اللهِﷺ“(مسند ابن الجعد، رقم الحدیث:۲۶۵۷)

”میں سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو ایک شخص نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین کی۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سہارا چھوڑ کر سیدھے کھڑے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: ”ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں سفر پر تھے اور ہم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گروہ میں تھے۔ ہم بستی والوں میں سے ایک گھر کے قریب ٹھہرے اور ان میں عورت حاملہ بھی تھی اور ہمارے سارے دیہاتیوں میں سے ایک شخص تھا۔ اس شخص نے حاملہ عورت سے کہا کیا تجھے پسند ہے کہ تو لڑکا پیدا

[1] امجدی، محمد شریف الحق، نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، لاہور: اُردو بازار فرید بک سٹال، جلد ۴، ص:۸۶۶

[2] محمد محمد ابوزھو، مترجم: پروفیسر غلام احمد حریری لائل پوری، تاریخ حدیث و محدثین، لاہور: قرآن لمیٹڈ اُردو بازار، ص:۱۸۴

JAHAN-E-TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

کرے؟ اس نے کہاہاں۔ اس شخص نے کہا اگر تو مجھے ایک بکری دے تو لڑکا پیدا کرے گی۔ اس عورت نے (بکری) دے دی۔ اس شخص نے اس (عورت) کے لیے ہم قافیہ باتیں کیں۔ پھر بکری کی طرف متوجہ ہوا تو ذبح کر دیا اور اس کو پکایا۔ ہم کھانے کے لیے بیٹھ گئے اور ہمارے ساتھ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کو قصہ معلوم ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور ہر کھائی ہوئی چیز قے کر دی۔ فرمایا پھر میں نے اس دیہاتی کو دیکھا کہ وہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انصار کی توہین کرنے لگا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر اسے رسول اللہ ﷺ کی صحبت حاصل نہ ہوتی تو میں خیال نہ کرتا کہ وہ کون ہے؟ تم سب کی طرف سے میں اکیلا اس کے لیے کافی ہوتا لیکن اسے رسول اللہ ﷺ کے صحبت حاصل ہے۔"[1]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صرف اس وجہ سے چھوڑ دیا کہ اسے نبی کریم ﷺ کی صحبت حاصل تھی۔ اس روایت میں تزکیہ کی کوئی بات ثابت نہیں ہوتی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں صحابی اور غیر صحابی فرق تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس شخص کو چھوڑا اس کو صحبت قلیل حاصل تھی نہ کی کثیر تو حضرت عمر نے قلیل صحبت والے کو صحابی شمار کیا، اس سے محدثین کے مؤقف کی ترجیح ثابت ہوتی ہے۔

دلیل نمبر:۵

جن لوگوں نے "صحابیت" کے لیے تزکیہ اور بلوغت، روایت، سال وغیرہ کی شرائط عائد کی ہیں وہ درست نہیں ہیں کیوں کہ اگر ان کی بات کو تسلیم کر لیا جائے تو بہت ساری ہستیاں صحابیت سے خارج ہو جائیں گی۔

علامہ زین الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وَالصَّحِيْحُ اَنَّ الْبُلُوْغَ لَيْسَ شَرْطاً فِيْ حَدِّ الصَّحَابِيّ وَاِلَّا لَخَرَجَ بِذٰلِکَ مَنْ اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى عَدِّهِمْ فِى الصَّحَابَةِ کَعَبْدِاللهِ بْنِ زُبَيْرِ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رضی الله عنهم"

ترجمہ: "اور صحیح یہ ہے کہ صحابی کی تعریف میں بلوغ کی شرط نہیں، ورنہ جن شخصیات کی صحابیت پر علماء کا اجماع ہے، وہ صحابیت سے خارج ہو جائیں گے، جیسے امام حسن اور امام حسین اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم۔" (التقیید والایضاح شرح مقدمۃ ابن الصلاح، ص:۲۹۵)

البتہ امام یحیٰ بن معین، امام ابوزرعہ، امام حاتم، امام ابو داؤد اور علامہ ابن عبد البر وغیرہ بعض محدثین نے صحابی ہونے کے لیے "سنِ تمیز" (اچھے برے میں فرق کی صلاحیت کی عمر کو پہنچنا، جو کہ کم از کم چار برس ہے) کی شرط عائد کی ہے، چنانچہ علامہ زین الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

[1] مفتی اسد الرحمٰن چشتی، محدثین، اصولیین اور فقہاء کے نزدیک صحابی کون؟ دار التحقیق فاؤنڈیشن، ص:۱۰۲

”فَأَمَّا التَّمْيِيْزُ فَظَاهِرُ مَلَامِهِمْ اِشْتَرَاطُهٗ كَمَا هُوَ مَوْجودٌ فِیْ كَلَامِ يَحْيٰی بن مُعِيْنٍ وَاَبِیْ زُرْعَةَ وَاَبِیْ حَاتِمٍ وَاَبِیْ دَاوٗدَ وَابْنِ عَبْدِالبَرِّ وَغَيْرِهِمْ وَهُمْ جَمَاعَةٌ أُتِیَ بِهِمُ النبیﷺ وَهُمْ اَطْفَالٌ فَحَنَّكَهُمْ وَمَسَحَ وُجُوْهَهُمْ أَوْ تَفَلَ فِیْ اَفْوَاهِهِمْ فَلَمْ يَكْتُبُوْا لَهُمْ كَحَمْدِ بْنِ حَاطِبِ بِنْ الْحَارِثِ وَعَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّمِيْمِیْ وَمَحْمُوْدِ ابْنِ الرَّبِيْعِ وِعُبَيْدِاللهِ بْنِ مَعْمَرٍ وَعَبْدِاللهِ بْنِ الْحَارِثِ بِنْ نَوْفَلٍ وَعَبْدِاللهِ اَبِیْ طَلْحَةَ وَمُحَمَّدِبْنِ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَيَحْيٰی بْنِ خَلَّادِ بْنِ رَافِعِ الزُّرَقِیْ وَمُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ ابْنِ عُبَيْدِاللهِ وَعَبْدِاللهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ بْنِ مَعَيْرٍ وَعَبْدِاللهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ كَرِيْزٍ وَعَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِالْقَارِیْ وَنَحْوِهِمْ“

ترجمہ: ”رہی (خیر وشر میں) تمیز کی صلاحیت تو ظاہر یہ ہے، جیسا کہ یہ شرط یحییٰ بن معین، ابو زرعہ، ابو حاتم، ابو داؤد، ابن عبد اللہ وغیرہ کے کلام میں موجود ہے، ان حضرات نے غیر ممیز بچے کو صحابی قرار نہیں دیا، اس سے مراد وہ بچے ہیں، جنہیں بچپن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، آپ نے انہیں گھٹی دی، ان کے چہروں کو (پیار سے) چھوا یا ان کے منہ میں لعابِ دہن مبارک ڈالا، لیکن انہیں صحابہ میں شمار نہیں کیا گیا، جیسے: حمد بن حاطب بن حارث، عبد الرحمٰن بن عثمان التیمی، محمود بن ربیع، عبید اللہ بن معمر، عبد اللہ بن حارث بن نوفل، عبد اللہ بن ابی طلحہ، محمد بن ثابت بن قیس بن شماس، یحییٰ بن خلاف بن رافع الزرقی، محمد بن طلحہ بن عبید اللہ، عبد اللہ بن ثعلبہ بن معیر، عبد اللہ بن عامر بن کریز اور عبد الرحمٰن بن عبد القاری اور اس طرح کے دوسرے بچے۔“ (التقیید والایضاح شرح مقدمۃ ابن الصلاح، ص: ۲۹۲)

اس کے برعکس اکثر اہل علم کے نزدیک صحابی ہونے کے لیے سن تمیز کو پہنچنا شرط نہیں ہے، چنانچہ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اِلَّا اَنَّہٗ هَلْ يُشْتَرَطُ فِیْ الرَّأی اَنْ يَكُوْنَ بَحِيْثُ يُمَيِّزُ مَا رَاٰهُ أَوْ يُكْتَفٰی بِمُجَرَّدِ حُصُوْلِ الرُّؤيَةِ مَحَلُّ نَظَر، وَعَمَلُ مَنْ صَنَّفَ فِیْ الصَّحَابَةِ يَدُلُّ عَلَی الثَّانِیْ، فَاِنَّهُمْ ذَكَرُوْا مِثْلَ مُحَمدِبْنُ أَبِیْ بَكْرٍ الصَّدِيْقِ، وَاِنَّمَا وُلِدَ قَبْلَ وَفَاةِ النبیﷺ بِثَلَاثَةِ اَشْهُرٍ وَاَيَّامٍ كَمَا ثَبَتَ فِیْ الصَّحِيْحِ أَنَّ أُمَّہٗ أَسْمَاءُ بِنْتَ عُمَيْسٍ وَلَدَتْهُ فِیْ حُجَّةِ الْوَدَاعِ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلُوْا مَكَّةَ وَذٰلِكَ فِیْ أَوَاخِرِ ذِی الْقَعْدَةِ سَنَةَ عَشْرٍ مِنَ الْهِجْرَةِ وَمَعَ ذٰلِكَ، فَاَحَادِيْثُ هٰذَا الضَّرْبِ مَرَاسِيْلُ“

ترجمہ: ”کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرنے والے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ جو دیکھے اس کی تمیز کر سکتا ہو یا صرف دیکھنے پر اکتفا کیا جائے گا، یہ محل نظر ہے اور جن علماء نے صحابہ کے حالات پر کتابیں لکھی ہیں ان کا عمل دوسرے پر دلالت کرتا ہے، انہوں نے محمد بن ابو بکر صدیق کا ذکر صحابہ میں کیا ہے، حالانکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تین ماہ کچھ دن قبل پیدا ہوئے تھے، یہ بات حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ ان کی ماں اسما بنت عُمیس نے ان کو ۱۰ ہجری ماہ ذوالقعدہ میں حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ میں داخل ہونے سے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

پہلے جنا تھا، باوجود اس شرف کے ان حضرات کی بیان کردہ احادیث مراسیل ہیں۔"(فتح الباری، جلد۷، ص:۳)[1]

محدثین کی بیان کردہ تعریف کو اس لیے ترجیح حاصل ہے کہ ان کی تعریف کے مطابق حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما اور حضرت محمد بن ابی بکر جیسی ہستیاں شرف صحابیت سے خارج نہیں ہوتیں اگر اس کے برعکس علامہ گردیزی کے مطابق اصولیین کی بیان کردہ تعریف کو ترجیح دیں تو اس سے خرابی لازم آئے گی اور کئی مقدس شخصیات شرف صحابیت سے خارج ہو جائیں گی، حالانکہ ان کی صحابیت پر علماء کا اجماع ہے۔

دلیل نمبر:٦

علامہ ابن عابدین شامی "شرح التحریر" کے حوالے سے لکھتے ہیں: "محدثین اور بعض اصولیین کے نزدیک صحابی وہ ہے جس نے حالت اسلام میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی ہو اور اس کی موت اسلام پر ہوئی ہو یا نبوت کے اظہار سے پہلے نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی ہو اور اعلان نبوت سے پہلے حنفیت (دین ابراہیمی) پر فوت ہوا ہو، جیسے زید بن عمرو بن نفیل یا اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہوا ہو اور پھر آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں اسلام کی طرف لوٹ آیا ہو اور جمہور اصولیین کے نزدیک صحابی وہ ہے جس نے نبی کریم ﷺ کے اتنی مدت اتباع کرتے ہوئے صحبت اختیار کی ہو جس پر عرف میں صاحب فلاں کا اطلاق ہوتا ہو۔ اس مدت کی کوئی حد نہیں ہے۔ یہ اصح قول ہے۔[2]

علامہ محمد امین بن عمر الشہیر بابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی کی روشنی میں ایک بات تو یہ ثابت ہو گئی کہ جن لوگوں نے تزکیہ کی شرط عائد کی تھی وہ درست نہیں ہے۔ زید بن عمرو بن نفیل کی صحابیت بھی ثابت ہے حالانکہ انہوں نے تو اعلان نبوت سے پہلے آپ ﷺ کو دیکھا تھا یا ملاقات ہوئی تھی۔ اور جمہور اصولیین کے مؤقف کو دیکھیں تو ان کے نزدیک صحبت کی کوئی مدت نہیں ہے اور یہ قول اصح ہے۔ اب "اصح" سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ترجیح محدثین کے نظریے کو ہے نہ کہ اصولیین کے نظریے کو۔ اور جمہور اصولیین کا مؤقف اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ محدثین کے مؤقف کو ترجیح حاصل ہے نہ کہ چند اصولیین کے مؤقف کو، اُمت کے بڑے بڑے علماء نے اس تعریف کو پسند کیا ہے جو محدثین نے کی ہے جو کہ ہر اعتبار سے بہتر ہے۔ اصولیین نے اگرچہ اپنے نظریے کے مطابق صحابی کی تعریف میں شرائط کا ذکر کیا ہے لیکن یہ محدثین کے نزدیک درست نہیں کیونکہ محدثین کی بیان کردہ تعریف سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کی تعداد محدود نہیں ہوتی اس لیے محدثین کے نظریے کو ہی ترجیح حاصل ہے۔

خلاصہ بحث

اس تحقیقی جائزے کے نتیجے میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صحابی کی تعریف میں اصولیین اور محدثین کے نظریات میں نمایاں فرق ہے۔ علامہ سید شاہ حسین گردیزی نے اصولیین کی تعریف کو مستحکم قرار دیا ہے، کیونکہ اس میں شرائط کا ذکر کیا گیا ہے جو صحابہ کرام کی تعداد کو متاثر کرتی ہیں۔ تاہم، محدثین کے نظریات کی تنقید کرتے ہوئے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان کے مؤقف میں کوئی مضبوط دلیل موجود نہیں ہے۔ اس مطالعے سے یہ بھی

---

[1] مفتی منیب الرحمٰن، تفہیم المسائل، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، جلد ۱۱، ص:۴۵

[2] شامی، ابن عابدین، فتاویٰ شامی، مترجمین: علامہ سید محمد اقبال شاہ، علامہ ملک محمد بوستان، علامہ محمد انور مگھالوی، من علماء دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف، ناشر، محمد حفیظ البرکات شاہ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۱۹ء، جلد اول، ص:٦٦

ثابت ہوتا ہے کہ اگر ہم کسی ایک تعریف پر اکتفا کریں تو بہت سے صحابہ شرفِ صحابیت سے خارج ہو جائیں گے۔ اس لیے اس مسئلے کا جامع جائزہ لینا ضروری ہے تاکہ اسلامی فکری و علمی میدان میں صحابی کی حیثیت کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے۔